



سمندر پار سے تیسری مختصر مختصر کہانی
ایک قرض دار اور ایک قرض خواہ کی کہانی
حساب کتاب کے معاملے میں
ایک کھڑے اور صف آدمی کا واقعہ
جان ہیری بیرہ آداب محو

اختیار کیے جوتے تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے کام کرنے والوں کو
سمت گیر ہونا ہی چاہیے۔ یہ کاروبار نرمی سے چل ہی نہیں سکتے۔ ہر اچھے تاجر
کی طرح چارلی لین دین میں ایک اصولی آدمی تھا۔ وہ دوسروں کی رہیں
فورا ادا کرتا تھا اور جڑا باہ چاہتا تھا اس کی رہیں بھی کسی عذر کے بغیر دے
کے مطابق ٹھیک وقت پر واپس کر دی جائیں اگر کوئی مفروض اپنے وعدے پر
پورا نہ کرتا تو اسے چارلی کے دوسرے اقدامات پر پورا اُترنا پڑتا تھا۔ اگر کوئی
بہ نصیب وعدہ خلافی کرتا تو چارلی اس کے حق میں جھوٹا بیڑا بن جاتا تھا اس
کے تنخواہ وار غنڈے خول خوار دزدوں کی طرح مفروض پر جھپٹ پڑتے تھے۔
رقم ہر وقت لوٹنے میں تاخیر یا مال مٹول کا دوسرا نام ٹوٹ بھوٹ اور مار پیٹ
تھا۔ چارلی کے غنڈے ان معاملات میں ماہر تھے۔ ایسے کئی واقعات ہو چکے
تھے بمقروض مان واقعات کے تصور ہی سے کانپ جاتا تھا۔

چارلی کے ایک مفروض کرڈاک کو اس باسے میں سب کچھ معلوم تھا
شکل یہ تھی کہ اس کی مالی حالت بے حد خراب تھی۔ وہ انتہائی محروم تھا کہ کیا کرے

اس ہا میں کسی کوشش نہیں تھا کہ چارلی ایک سخت گیر آدمی ہے۔
وہ ادب و احترام کا ایک مضبوط اور خیر شخص تھا اس کی شکل سے
شدید بے رحمی ظاہر ہوتی تھی اور آنکھیں بے حد خور تھیں۔ چہرے کے نقوش سے
ظاہر ہوتا تھا کہ جوانی میں وہ ایک خوب رو شخص ہوگا مگر اب عمر کی پگھلی کے
ساتھ ساتھ اس کے مزاج میں بھی سختی آگئی تھی۔ اب وہ بہت کھڑے بے رحم
اور رنگ دل آدمی تصور کیا جاتا تھا کسی نے اسے کبھی دھوکا دینے کی کوشش نہیں
کی تھی لیکن بے کسی کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہوا ہوا اس نے چارلی کو دھوکا
دینے کی ہمت بھی کر لی ہو لیکن اسے کامیابی بر گز نہیں ہوئی ہوگی اور اس کے
دل میں چارلی کو دھوکا دینے کا خیال دوبارہ کبھی پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ چارلی اس
قدر سخت مزاج تھا کہ لوگ اسے دھوکا دینے کے خیال ہی سے کانپ جاتے تھے۔
چارلی کے کاروبار کے لیے سختی بنیادی اہمیت کی حامل تھی۔ وہ
سختی سے کام لیتا تو اس کا کاروبار کھٹ پھٹ جاتا۔ بنیادی طور پر وہ گھر و دھڑ
کے سلسلے میں شرطیں لگانے کا کام کرتا تھا اور سختی طور پر سود خوری کا پیشہ بھی

کیا نہ کرے۔ اُسے چارلی کو دوسو ڈالر ادا کرنے تھے ادائی کا مقررہ وقت قریب تھا اور چارلی اُسے یاد دہانی کا ایک پرانا بھیج چکا تھا اب صرف دو روز کی مہلت باقی رہ گئی تھی۔ چارلی نے اُسے لکھا تھا: ”میں کڑیاں لہاؤں اور اپنے دھسے کے مطابق دو روز میں رقم ادا کر دیجیے ورنہ ہم خود آپ کے در دولت پر حاکم ہوں گے اور ذاتی طور پر قرض وصول کر لیں گے۔“

کڑیاں اس شستہ مہلت کا مفہوم اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ تھرا کے وہ گپا مگر کم سے کم اُسے یہ اطمینان ضرور تھا کہ اُس کی زندگی کا یہ برقرار ہے۔ اُس نے بیچے کی قسطیں باقاعدگی سے ادا کر کے ہر حال میں اُسے جاری رکھا تھا مگر اگر کوئی ناگمانی حادثہ پیش آجائے اور وہ مر جائے تو اُس کی بیوی لیزا کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ لیزا ایک دہلی تہلی خوب صورت عورت تھی۔ سنہرے بالوں کی وجہ سے اُس کا حسن بڑھ چکا تھا۔ اُس کی شخصیت ایسی پرکشش تھی کہ لوگ اُسے ایک بار دیکھنے کے بعد دوسری بار دیکھنے کی خواہش ضرور کرتے تھے۔



لیزا ایک چارلی کے دفتر میں داخل ہوئی۔ چارلی اُسے دیکھ کے حیرت زدہ رہ گیا لیکن اُسے یہ اطمینان تھا کہ عورتوں کے شوقے اُس پر کبھی اثر انداز نہیں ہوتے۔ وہ ایک ایسی چٹان تھا جو غصے آنسوؤں سے نہیں غلج سکتی تھی۔ اُس نے کاروباری معاملات میں کسی کے آنسوؤں سے کبھی کوئی اثر نہیں لیا تھا۔ آنسوؤں کے نزدیک غصے وہ پانی تھا جو کسی بیماری کے باعث آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے۔ چارلی سوچ رہا تھا کہ اگر اس عورت نے آنسوؤں کا حربہ آزمانے کی کوشش کی تو وہ قطعی پران نہیں کرے گا اور صاف صاف کہے گا کہ خواہ کچھ بھی ہو اُس کے شوہر کو رقم ہر حال میں دو دن کے اندر ادا کر دینی چاہیے ورنہ..... اس کے بعد عورت جتنی دیر چاہے گزرے ذاتی ہے۔ پکلیں جھپکاتی ہے اور آنسو پکاتی ہے۔ وہ اُس سے کوئی دوسری بات نہیں کرے گا۔

لیزا اُداس اُداس سی ایک گریسی پر بیٹھ گئی۔ یہ گریسی چارلی کی میز کے بالکل سامنے رکھی ہوئی تھی۔ لیزا نے ترش لہجے میں آہستہ سے کہا: ”میں اپنے شوہر کے قرض کے سلسلے میں آئی ہوں۔ سنا ہے اُسے صرف دو روز میں سترہ ادا کرنا ہے۔“

چارلی نے اثبات میں سر ہلایا اور فوراً مطلب کی بات شروع کر دی۔ ”غیر گورنام ایک باوفا اور سمجھدار بیوی کی حیثیت سے قبل از وقت چیک لے کر آگئی ہو۔ اُس نے یہ ظاہر نرم لیکن جذبات سے ماری لہجے میں کہا کیونکہ لیزا چیک لے کر نہیں آئی تھی۔ یہ بات اُس کی موت ہی سے ظاہر ہو رہی تھی۔“

”جی نہیں۔“ لیزا کا لہجہ بھی سرد ہو گیا۔ ”میں چیک لے کر نہیں آئی ہوں۔“

”تو پھر کیوں آئی ہو؟“ چارلی نے رعب سے پوچھا۔

”حقیقت یہ ہے۔“ لیزا نے وضاحت کی: ”میرے شوہر کو معلوم نہیں

ہے کہ میں اس وقت آپ کے دفتر میں بیٹھی ہوں۔ چند لمحوں کے لیے اُس کے چہرے پر کشمکش رہی پھر اُس نے کہا: ”دو ماہ ہم دو تین جلد ہی اس ملک سے رخصت ہونے والے ہیں۔ ہم کسی دوسری جگہ جا کوئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔“ لیزا شوہر اس وقت اسی سلسلے میں مٹی معلقے کے لیے گیا ہوا ہے۔ میں موقع پا کر یہاں آگئی ہوں۔“

چارلی خوب صورت لیزا کی سرواٹھوں میں دیکھا ہوا کرسی کی پشت سے ہٹ گیا۔ اُس کے بیٹروں کی ہڈیاں چسک رہی تھیں۔ وہ اپنی خوف ناک ترین انداز میں بولا: ”اگر بات ہے تو میرا خیال ہے تم یقیناً رخصت ہونے سے پہلے اپنا قرض چکاتے آئی ہو۔ میں تمہارے اس منہ بے کی قدر کرتا ہوں۔“

”فطری بات ہے۔“ لیزا نے کہا۔ ”میں دو ماہ اپنے منیر پر کسی کا بوجھ رکھنا نہیں چاہتی۔“

چارلی کی آنکھیں لیزا کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے مزید سخت لہجے میں کہا: ”مگر میرا خیال ہے کہ تمہارے شوہر کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے دوسو ڈالر نہیں ہیں؟“

”آپ کا خیال درست ہے اور میں بھی اس حقیقت سے لاعلم نہیں ہوں۔“ لیزا نے جواب دیا۔ ”یہ وجہ ہے کہ میں یہاں یہ چیز لے کر آئی ہوں اُس نے اپنا پرس کھولا اور بیروں کا ایک ہار نکال کر چارلی کی طرف بڑھا دیا۔ چارلی نے غصے سے ہار کا جائزہ لیا اور اثبات میں سر ہلانے لگا۔

”کیا تم دوسو ڈالر کے عوض یہ ہار دینا چاہتی ہو؟“

”جی ہاں۔“ لیزا نے گہری سانس لی۔ ”مجھے اُمید ہے کہ آپ ہماری مجبوری دیکھتے ہوئے چیک کے بجائے یہ ہار قبول کر لیں گے۔“ اُس کا لہجہ ملا کا اُداس تھا اور آواز بھرا گئی تھی۔ یہ ہار میری ماں کو تحفے میں ملا تھا اور ایک ایسے شخص سے ملا تھا جو اُن سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر اُس نے کھنکھار کر گلامان کیا۔ ”معاف کیجیے گا۔ میں جذباتی ہو گئی..... میں کیا کہہ رہی تھی؟“

چارلی زبان سے کچھ نہیں بولا۔ اُس نے صرف اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ بیروں کا ہار لیزا کی نظروں کے سامنے جھولنے لگا۔ لیزا نے کہا: ”جی ہاں۔ یہ ہار میری ماں کی محبت کی یادگار ہے۔ وہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی تھیں۔“

سیر والد کا انتقال بہت نامساعد حالات میں ہوا تھا اور وہیں رقم کی شدید ضرورت تھی پھر بھی میری ماں نے اسے فروخت نہیں کیا تھا۔ اگرچہ انھیں یقین تھا کہ یہ کوئی قیمتی ہار نہیں ہے پھر بھی انھوں نے اسے خود سے دور کرنے کا تصور تک نہیں کیا۔ لاکھوں میں سمجھتی ہیں اُس کے عوض کا چلانے کے لائق رقم ضرور مل جاتی۔ دو ماہ کسی تحفے کسی نشانی ادا ہوا کار کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ چیزیں خواہ بازار میں کتنی ہی سستی ہوں محبے عدیش قیمت

اور انمول ہوتی ہیں۔ یہ ہار میری ماں کو ان کے ایک محبوب نے دیا تھا۔ میری ماں کو اس سے مرتے وقت تک محبت رہی لیکن لیزا کو آواز نہ ملتی ہوئی تھی لیکن انھوں نے بعض مجبوریلوں کے باعث اپنی محبت اپنے محبوب پر کبھی ظاہر نہیں کی بلکہ یہ کتنا چاہیے کہ ظاہر کر نہیں سکیں بہر حال یہی کیا تم ہے کہ وہ اس کی نشانی بر نفقت اپنے پاس رکھتی تھیں۔ یقین کیجیے۔ میں بھی مرتے وقت تک کبھی اسے نہ بچتی مگر.....

”ٹھیک ہے۔“ چارلی نے خشک لہجے میں اس کی بات کاٹ دی تھی اس طرح کی قیمت کا اندازہ لگانا پڑے گا۔ اگر یہ دوسو ڈالر سے کم مالیت کا ہوا تو باقی رقم تمہیں ادا کرنی پڑے گی اور اگر یہ دوسو ڈالر سے زیادہ قیمت ثابت ہوا تو میں اپنی رقم کاٹ کے باقی رقم تمہیں نقد دے دوں گا۔“ چارلی رقم کے معاملے میں بہت محتاط آدمی تھا۔ وہ کسی کا ایک سینٹ بھی زائد دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح اسے یہ بات بھی سخت ناپسند تھی کہ کوئی شخص اس کا ایک سینٹ بھی لے سکے۔

”جی ہاں یقیناً آپ کو اس ہار کی قیمت معلوم کر لینی چاہیے۔“ لیزا نے انھماں سے کہا۔

”تمہیں ذرا سے انتظار کی زحمت ہوگی۔“ یہ کہہ کے چارلی مقبض کرے میں چلا گیا۔ مقبض کرے میں قرض و مصل کرنے والے غنڈوں کا اجتماع رہتا تھا۔ وہاں دو چار آدمی ہر وقت موجود رہتے تھے تاکہ چارلی کو جب بھی جس وقت بھی ضرورت پڑے انھیں استعمال کر سکے۔ ان غنڈوں میں سے ایک شخص فرزند جھنگل سے کھلنے والے چاقو کا وار کرنے میں ماہر تھا۔ یہ شخص منہ پر سے جواہر چلنے کا کام بھی کرتا تھا۔ اسے میزوں کی خوب پہچان تھی اس کے بلے میں مشہور تھا کہ کسی قیمتی ہیرے کے لیے وہ کسی کے تعاقب میں دنیا کے دوسرے کمانے تک بھی جاسکتا ہے۔

فرزند نے چارلی کے ہاتھ میں بیڑوں کا ہار دیکھا تو اس کی آنکھیں جھلک اٹھیں لیکن جو کسری لے وہ جھلک زائل ہو گئی۔ اس نے ہار اپنے ہاتھ میں لیا اور چند لمحوں تک غور سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے ہار کو انداز میں ہار چارلی کو واپس کر دیا۔ اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت پانچ ڈالر ہے۔ یہ سب ہیرے نقل ہیں۔“

چارلی کے چہرے پر سختی بڑھ گئی اس نے فرزند کو گھور کر دیکھا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ ہیرے اصل نہیں ہیں؟“

”بیڑوں کے معاملے میں کوئی شخص بے چیلنج نہیں کر سکتا۔“ فرزند نے فخر سے کہا۔

چارلی ہار لے کر واپس لیزا کے پاس پہنچا۔ لیزا استغنائی نگاہ سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ فرزند و چارلی کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا دروازے تک آگیا تھا تاکہ اگر چارلی کو اس کی ضرورت پڑ جائے تو وہ موقع پر موجود ملے۔ لیزا کی نظر و دانے کی طرف گئی۔ وہاں فرزند و چاقو لیے کھڑا تھا۔ لیزا کے بدن پر بھڑکھڑی

طاری ہو گئی کیونکہ فرزند و صورت ہی سے ایک خوف ناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ خوں خواری اس کے چہرے پر کبھی ہوئی تھی۔ اس نے لیزا کو زبردستی ہار لے کے لیے جھنگلے دار چاقو کھلا اور اطمینان سے ناخن ترانے لگے۔ وہ دیرارے میک لنگ کے دروازے کے قریب ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

بہت گری خاموشی تھی۔ چارلی کی دل حالت کا اندازہ اس کے چہرے سے نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ اس کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح شرم خیز تھیں اور جڑے سختی سے جھپٹے ہوئے تھے۔ لیزا کے چہرے پر بالکل پیدا ہو گئی۔ وہ ہار کی اصل قیمت معلوم کرنے کے لیے بے تاب تھی۔ ”ٹھیک ہے۔“ چارلی نے جذبات سے ماری لہجے میں کہا۔ اس ہار کی قیمت پورے دوسو ڈالر ہے۔ میں تمہیں رسید لکھ دیتا ہوں۔“

فرزند و کے ہاتھ سے چاقو گر گیا۔ وہ منہ کھولے ہوئے حیرت سے چارلی کو گھورنے لگا۔

چارلی نے رسید لکھی اور لیزا کو دے دی۔ تمہیں اور تمہارے شوہر کو نئی زندگی مبارک ہو۔ اس نے بتور خشک لہجے میں کہا۔ مگر تم نئی زندگی میں اپنے شوہر کو ان مقامات سے دور رکھنے کی کوشش کرنا جہاں شرطیں لگائی جاتی ہیں گھوڑوں پر شرطیں لگانا آدمی کی سب سے بڑی حماقت ہے۔“

لیزا نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ جس اہتمام اور پُر وقار انداز میں آئی تھی خاموشی سے اسی طرح واپس چلی گئی۔ فرزند نے آگے بڑھ کے ایک بار پھر ہار اٹھایا اور نہایت باہیک بینی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ ہار کا اچھی طرح جاننے کے اس نے اسے لیزا پر بھینک دیا اور چارلی سے کہا۔ ”دوسو ڈالر؟“ اس کی اہل ہار کی قیمت؟ دوسو ڈالر ہے؟“

چارلی نے ہار اٹھا کے جیب میں رکھ دیا۔ اپنے کام سے کام رکھو اس کا لہجہ خوش گوار نہیں تھا۔ ”کرے میں واپس جاؤ اور نہ سختی سے بند رکھنا سمجھو۔“

فرزند و بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ چارلی نے ہار جیب سے نکال کر روشنی کی طرف اٹھایا اور محویت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ہاتھ کانپنے لگا تھا۔ یہی محبت۔ اس نے زبردست کہا۔ ”اُن دنوں میرے حالات اچھے نہیں تھے میں تمہیں اسی بیڑوں کا ہار دینا چاہتا تھا پیاری! لیکن مجبور تھا۔ بہر حال میں خوش ہوں کہ آج میں نے تمہیں اس ہار کی قیمت ادا کر دی ہے۔“

وہ دیر تک کھڑکی میں کھڑا ہوا بارگھوڑا رہا۔ اس کے ذہن میں وہ مرنے والی لڑکی گھوم رہی تھی جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا مگر شادی کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں اس کاچ کا ایک جاہلیا پھر خود پر قابو لیا کہ گھنٹی بجائی کیونکہ اب دوسرے مقروض سے قرض و مصل کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر پھر سختی پیدا ہو گئی۔ اب وہ دوبارہ

ایک سخت گیر کاروباری آدمی بن چکا تھا۔ وہ بے حد کھڑے لہجے میں اپنے آدمیوں کو احکام دینے لگا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی لڑکھائی بھی نہیں تھی۔

۷۷